ازعدالت عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 21مارچ 1952

لچھمن سنگھ اور دیگراں

بنام

دی سٹیٹ

[سید فضل علی اور ویوین بوس جسٹس صاحبان]

شہادت ایکٹ (1، سال 1872)، دفعہ 27- کئی ملزموں کے بیانات جو دریافتوں کی طرف لے جاتے ہیں- قبولیت- شہادت کی ضرورت کہ کون سا بیان پہلے دیا گیا تھا- دفعہ 27 کا دائرہ کار۔

قتل کے الزام میں تین افراد M،K اور S نے پولیس کو بیانات دیے جس میں انکشاف کیا گیا کہ لاشوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے بعد ایک ندی میں پھینک دیا گیا اور اس کے بعد پولیس پارٹی تینوں ملزموں کے ساتھ ندی پر گئی جہاں ان میں سے ہر ایک نے ایک ایسی جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں لاشوں کے مختلف حصے ملے تھے۔ ملزم کی جانب سے یہ دلیل دی گئی کہ یہ صرف وہ معلومات ہے جو سب سے پہلے دی گئی تھی جو شواہد ایکٹ کی دفعہ 27 کے تحت قابل قبول تھی، کہ ایک بار جب کسی جرم کے ملزم شخص سے موصول ہونے والی معلومات کے نتیجے میں کوئی حقیقت دریافت ہو جاتی ہے، تو اسے کسی دوسرے ملزم شخص سے موصول ہونے والی معلومات کے نتیجے میں دوبارہ دریافت نہیں کہا جا سکتا، اور یہ کہ یہ ظاہر کرنے کے لیے شواہد کی عدم موجودگی میں کہ ملزم میں سے کس نے پہلے معلومات دی تھیں، مبینہ دریافتوں کو کسی بھی ملزم کے خلاف ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ حکم ہوا کہ، یہاں تک کہ یہ فرض کرتے ہوئے کہ یہ دلیل درست تھی، کیونکہ یہ شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ S پولیس کو ندی پر ایک خاص مقام پر لے گیا اور یہ اس کے کہنے پر تھا کہ گاؤں کے باہر ایک جگہ سے کچھ خون آلود مٹی برآمد ہوئی تھی اور اس نے لاشوں میں سے ایک کے تنے کی طرف بھی اشارہ کیا

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and integrity of this document

تھا، اور عدالت عالیہ مطمئن تھی کہ S کی طرف سے "ابتدائی نشاندہی" کی گئی تھی، اس معاملے کو اصول میں شامل کیا گیا تھا اور دریافتوں کے شہادت قابل قبول تھے۔

ایسے معاملات پر لاگو ہونے والے ضابطے کے حوالے سے جہاں شہادت ایکٹ کے دفعہ 27 میں مذکور نوعیت کے آزاد اور مستند بیانات کے بارے میں واضح اور ناقابل تردید شہادت موجود ہیں جو متعدد ملزم افراد نے بیک وقت یا دوسری صورت میں دیے ہیں، کچھ طے شدہ مقدمات شہادت ایکٹ کے دفعہ 27 کی زبان سے کہیں زیادہ آگے بڑھ گئے ہیں اور مستقبل کے موقع پر ان کا جائزہ لینا پڑ سکتا ہے۔

اپیلیٹ فوجداری کا دائرہ اختیار: فوجداری اپیل نمبر 22، سال 1950۔ فوجداری اپیل نمبر 432، سال 1949 میں شملہ (چیف جسٹس ویسٹن اور جسٹس کھوسلہ) میں نظامِ عدلیہ کی عدالت عالیہ کے 29 جون 1950 کے فیصلے اور حکم سے اپیل، جو سیشن ٹرائل نمبر 7، سال 1949 اور کیس نمبر 8، سال 1949 میں ایڈیشنل سیشن جج، امرتسر کی عدالت 5 اگست 1949 کے فیصلے سے پیدا ہوئی تھی۔

اپیل گزاروں کے لیے جے گوپال سیٹھی (آر ایل کوہلی، ان کے ساتھ)۔

ریاست کے لیے گوپال سنگھ۔

21,1952مارچ۔

عدالت کا فیصلہ جسٹس فضل علی نے سنایا۔

تین اپیل گزاروں پر امرتسر کے ایڈیشنل سیشن جج نے مقدمہ چلایا اور انہیں درشن سنگھ اور اجار سنگھ نامی دو افراد کے قتل کا مجرم پایا گیا اور انہیں عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ پنجاب کی عدالت عالیہ نے ان کی سزا اور سزا دہی کو برقرار رکھا اور انہیں آئین کے آرٹیکل 134(1)(سی) کے تحت ایک سند دی کہ یہ مقدمہ اس عدالت میں اپیل کے لیے موزوں ہے۔ اس لیے یہ اپیل۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

مقدمے کے حقائق کو مختصر طور پر درج ذیل بیان کیا جا سکتا ہے۔16 دسمبر 1948 کی شام کو، غروب آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے، قتل کیے گئے افراد میں سے ایک، اچھر سنگھ، دھان کی چھلنی کروانے کے لیے گاؤں دالم میں اندر سنگھ کے گھر گیا۔اچھر سنگھ کا بھائی درشن سنگھ، جو امرتسر میں ڈرائیور کے طور پر کام کر رہا تھا، اسی شام امرتسر سے دالم آیا، اور اسے اس کے والد سے پتہ چلا کہ اچھر سنگھ اندر سنگھ کے گھر گئے تھے، وہ بھی وہاں گئے تھے۔جب دونوں بھائی گھر لوٹ رہے تھے، تین اپیل گزاروں اور ان کے دو رشتہ داروں نے اندر سنگھ کے گھر سے متصل گلی میں ان پر حملہ کیا۔مہلک ہتھیاروں سے لیس ان پانچوں حملہ آوروں نے دونوں متاثرین کو متعدد چوٹیں پہنچائیں، جس کے نتیجے میں وہ وہیں دم توڑ گئے۔قتل کے بعد، اپیل گزاروں اور ان کے ساتھیوں نے دونوں لاشوں کو دو کھیسوں (لفافوں) میں باندھ دیا اور انہیں گاؤں سلیم پورہ لے گئے جہاں دو دیگر افراد، جن کا نام اجائب سنگھ اور بنتا سنگھ تھا، ان کے ساتھ شامل ہو گئے، اور لاشوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے بعد انہیں ایک ندی میں پھینک دیا گیا جسے ساکی نالہ کے نام سے جانا جاتا ہے جو گاؤں دالم سے تقریباً پانچ میل دور ہے۔متوفی افراد کے والد بیلا سنگھ، جو اس واقعے کے گواہ ہونے کا دعوی کرنے والے افراد میں سے ایک تھے، خوف کی وجہ سے رات کو گاؤں سے نہیں نکلے، لیکن انہوں نے اگلی صبح طلوع آفتاب سے تقریباً دو گھنٹے پہلے شروعات کی اور قریبی پولیس اسٹیشن میں صبح 10 بجے ابتدائی اطلاعی رپورٹ درج کرائی۔اس کے فوراً بعد ایک پولیس افسر گاؤں دالم پہنچا، اور تفتیش کے بعد موجودہ اپیل گزاروں سمیت سات افراد کے خلاف فردِ قراردادِ جرم پیش کی گئی۔مقدمے کی سماعت میں، پانچ ملزموں پر مجموعہ تعزیرات بھارت 149 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 272 اور دفعہ 149 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 201 کے تحت جرائم کا الزام عائد کیا گیا، اور باقی دو ملزموں پر اس ضابطے کی دفعہ 149 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 201 کے تحت جرم کا الزام عائد کیا گیا۔ملزم پر مقدمہ چلانے والے فاضل جج اپیل گزاروں اور دو دیگر افراد کو تعزیرات ہند کی دفعہ 149 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 کے تحت مجرم قرار دیا اور انہیں عمر قید کی سزا سنائی اور اجائب سنگھ کو دفعہ 149 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 201 کے تحت مجرم قرار دیا اور اسے تین سال قید بامشقت کی سزا سنائی۔ملزم بنتا

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

سنگھ کو بری کر دیا گیا۔ اپیل پر پنجاب عدالت عالیہ نے موجودہ اپیل گزاروں کی سزا کو برقرار رکھا اور باقی تین افراد کو بری کر دیا۔

مقدمے میں شواہد پر بحث کرنے سے پہلے اس بات کا حوالہ دینا ضروری ہے جسے قتل کا محرک قرار دیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جون 1947 میں تیسرے اپیل کنندہ سورن سنگھ کے والد نتھا سنگھ کا قتل کیا گیا تھا، اور درشن سنگھ اور اچھر سنگھ، جو ہمارے سامنے اس معاملے میں قتل کیے گئے دو افراد تھے، اور ان کے تیسرے بھائی سلاخان سنگھ پر اس شخص کے قتل کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ مقدمے کے نتیجے میں درشن سنگھ کو بری کر دیا گیا اور اچھر سنگھ کو $1\frac{1}{2}$ سال کی قید بامشقت کی سزا سنائی گئی، جبکہ سلاخان سنگھ کو 7 سال کی سخت قید کی سزا سنائی گئی۔ اس معاملے میں سیشن جج کا فیصلہ موجودہ واقعہ کی تاریخ سے کچھ دیر پہلے دیا گیا تھا، اور یہ عام بنیاد ہے کہ اچھر سنگھ کو اپیلٹ عدالت نے ضمانت پر رہا کر دیا تھا اور وہ اس وقت مفرور تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اپیل گزاروں اور ان کے رشتہ داروں نے درشن سنگھ کی بری ہونے اور اچار سنگھ کو سنائی گئی سزا سے غم و غصہ محسوس کیا، اور اس لیے مایوسی اور انتقام کے جذبے سے یہ قتل کیا۔ اپیل گزاروں کے فاضل وکیل نے ہمارے سامنے یہ تسلیم کیا کہ اوپر بیان کردہ حقائق قتل کا ایک مضبوط محرک ہیں، لیکن انہوں نے یہ بھی دعوی کیا کہ وہ اپیل گزاروں کو قتل کی صورت میں جھوٹا پھنسانے کے لیے یکساں طور پر مضبوط محرک ہیں، جیسا کہ ان کی طرف سے تجویز کیا گیا تھا، ایسے حالات میں جن میں قاتلوں کو دیکھا یا شناخت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ استغاثہ کی طرف سے قتل کی حمایت میں پیش کردہ شہادت پیش کیے جائیں۔

استغاثہ کی قیادت میں شواہد کو دو اہم سروں کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے:-(1) براہ راست شہادت، اور (2) حالات کے مطابق شہادت۔ براہ راست شہادت چار عینی شاہدین کی گواہی پر مشتمل ہے، یعنی متوفی کے والد بیلا سنگھ، جو دعوی کرتے ہیں کہ وہ چیخ و پکار سن کر جائے وقوع پر گئے تھے اور اپنے بیٹوں پر قاتلانہ حملے کے گواہ تھے؛ اندر سنگھ اور اس کی بیوی، مسماۃ تارو، جس کے پاس قتل شدہ افراد دھان کی بھوس لینے گئے تھے اور جو گلی سے متصل ایک گھر میں رہتا تھا جہاں قتل ہوا تھا؛ اور

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

گرچرن سنگھ، ایک مختلف گاؤں کا رہائشی، جو کہتا ہے کہ اس نے یہ واقعہ اس وقت دیکھا جب وہ سائیکل پر گاؤں دھادر کی طرف جارہا تھا۔

کیس میں قرائنی شہادت جس پر عدالت عالیہ نے بھروسہ کیا ہے، کا خلاصہ اس طرح کیا جا سکتا ہے:-

1) دوسرے اپیل کنندہ، مسا سنگھ، جسے 18 دسمبر 1948 کو گرفتار کیا گیا تھا، نے انسانی خون سے داغدار پاجامے پہنے ہوئے تھے۔

2) تیسرا اپیل کنندہ، سورن سنگھ، جسے 18 دسمبر 1948 کو گرفتار کیا گیا تھا، 19 دسمبر کو پولیس کو اپنی حویلی لے گیا جو بند تھی، اور اسے کھولنے پر انسانی خون سے داغے ہوئے دو کھیسوں (لفافوں) بر آمد ہوئے۔

3) سورن سنگھ نے ساکی نالہ کے راستے میں ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا، جہاں دونوں لاشوں کو تھوڑی دیر کے لیے رکھا گیا تھا جب انہیں ساکی نالہ لے جایا جارہا تھا، اور پولیس نے اس جگہ سے خون آلود مٹی کو کریدا۔ وہ پولیس کو ساکی نالہ کے کنارے تک لے گیا اور درشن سنگھ کی لاش کی صندوق کی طرف اشارہ کیا جو نالے میں پڑی تھی۔

4) کچھمن سنگھ، جسے 28 دسمبر 1948 کو گرفتار کیا گیا تھا، نے ساکی نالہ کے قریب ایک خستہ حال کھولا کی طرف اشارہ کیا جہاں سے 3 نیزے، ایک کرپن اور ایک داتار، جو سب انسانی خون سے داغے ہوئے تھے، بر آمد ہوئے۔

فاضل سیشن جج، جس نے شواہد سنے، بظاہر عینی شاہدین کے شواہد سے متاثر ہوا، اور اس نے اپنے نتیجے کا خلاصہ ان الفاظ میں کیا ہے:-

> "یہ شہادت اتنا مستقل، اتنا قابل اعتماد اور اس نوعیت کا تھا کہ میری رائے میں یہ یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ پانچوں ملزم کچھمن سنگھ، کتھا سنگھ، مسا سنگھ، چرن سنگھ اور سورن سنگھ نے درشن سنگھ اور اچھر سنگھ دونوں کا قتل کیا تھا۔ یہ حقیقت بعد کے واقعات سے مزید ثابت ہوتی ہے جیسا کہ استغاثہ کے گواہ 8 بہادر سنگھ اور استغاثہ

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

کے گواہ 9 گیان سنگھ اور استغاثہ کے گواہ 11 بھگوان سنگھ نے بیان کیا ہے۔ان گواہوں نے اس معاملے میں مختلف بازیافتوں کو دیکھا تھا جو تمام ملزموں کے کہنے پر کی گئی تھیں۔"

عدالت عالیہ کے فاضل ججوں نے، اگرچہ انہوں نے گواہوں کے خلاف کی جانے والی زیادہ تر تنقید کو پسپا کر دیا، بالآخر اس نتیجے پر پہنچے کہ "تمام حالات میں (کیس کے) یہ مناسب ہوگا کہ خاص ملزم کو ملوث کرنے والے زبانی قرائنی شہادت پر انحصار نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی حمایت کرنے کے لیے کچھ حالات کے مطابق شہادت موجود نہ ہوں۔"اس معیار کو طے کرنے کے بعد، انہوں نے ہر ملزم کے خلاف قرائنی شہادت کا جائزہ لیا اور تینوں اپیل گزاروں کی سزا کو اس بنیاد پر برقرار رکھا کہ قرائنی شہادت، جس کا حوالہ دیا گیا ہے، زبانی شہادت کی کافی تصدیق تھی۔

اپیل گزاروں کے معاملے پر مسٹر سیٹھی نے بڑی لمبائی میں بحث کی، جو ان کی طرف سے پیش ہوئے، اور ہر وہ چیز جو ممکنہ طور پر ان کے حق میں کہی جا سکتی تھی، ان کی طرف سے بڑی طاقت اور وضاحت کے ساتھ زور دیا گیا۔تاہم، اس عدالت کے طے شدہ اصولوں پر کارروائی، ٹرائل کورٹ اور عدالت عالیہ کے ذریعے کیس کی چھان بین کے بعد فوجداری اپیل کے دائرہ کار کو محدود کرتے ہوئے، ہمیں ایسا لگتا ہے کہ موجودہ اپیل میں شامل سوال مختصر اور سادہ ہے۔عدالت عالیہ کے فیصلے کے ہمارے پڑھنے کے مطابق، اس کیس سے نمٹنے والے فاضل ججوں نے زبانی شواہد کی یکسر مذمت نہیں کی، لیکن، دانشمندی اور احتیاط کے معاملے کے طور پر، انہوں نے کسی ملزم کو مجرم نہ ٹھہرانے کا فیصلہ کیا جب تک کہ اس کے حوالے سے عینی شاہدین کے شواہد کی حمایت کرنے کے لیے کچھ حالات نہ ہوں۔فیصلے کو پڑھنے پر یہ بالکل واضح ہے کہ جس تصدیق کی متقی ججوں کو خود کو مطمئن کر قابل کی ضرورت تھی وہ اس قسم کی تصدیق نہیں تھی جس کی کسی سرکاری گواہ یا ساتھی کے شہادت کے معاملے میں ضرورت ہوتی ہے، بلکہ کچھ حالات سے تصدیق ہوتی ہے جو ان کے سامنے موجود شواہد کو یقین دلاتی ہے اور انہیں مطمئن کرتی ہے کہ مخصوص ملزم افراد واقعی متوفی کے قتل میں ملوث تھے۔اس معیار کے مطابق، جو ان کے لیے تجویز کرنے کے لیے کھلا تھا، ہمیں ایسا لگتا ہے

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

کہ ہر اپیل کنندہ کا معاملہ واضح طور پر اس اصول کے تحت آتا ہے جو انہوں نے اپنی رہنمائی کے لیے مقرر کیا تھا۔

مسا سنگھ سے بر آمد ہونے والے خون آلود پاجامے کے حوالے سے اپیل گزاروں کے وکیل کا تبصرہ، سب سے پہلے، یہ تھا کہ شواہد سے خون کے داغوں کی حد کو جمع کرنا ممکن نہیں تھا، اور دوسرا یہ کہ یہ انتہائی ناممکن ہو گا کہ یہ ملزم شخص اتنا لاپرواہ ہو گا کہ جرم کرنے کے بعد بھی خون آلود پاجامے پہنتا رہے گا۔ اس تنقید پر نچلی عدالت عالیان نے غور کیا ہے، اور ہمیں ایسا نہیں لگتا کہ یہ ایسی نوعیت کی ہے جو ان کے نتیجے پر پہنچے۔ جہاں تک کچھمن سنگھ کے کہنے پر خون آلود ہتھیاروں کی بازیابی کا تعلق ہے، اس بات پر زور دیا گیا کہ اس بازیابی سے متعلق تمام شواہد کو خارج کر دیا جائے، کیونکہ اس معاملے میں پولیس کی تفتیش سیدھی سیدھی نہیں تھی بلکہ اس طرح کی گئی تھی کہ شبہ پیدا ہو کہ پولیس جان بوجھ کر ہر ملزم کے خلاف بازیابی کے کچھ شواہد بنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہ کہنا کافی ہے کہ شواہد کا از سر نو جائزہ لینا اس عدالت کا کام نہیں ہے اور حقیقت کے اس نکتے پر دلیل جو نچلی عدالت عالیان کے ساتھ غالب نہیں تھی، اس عدالت میں اپیل گزاروں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ سورن سنگھ کے کہنے پر کی گئی دریافتوں کے خلاف تبصرہ یہ تھا کہ وہ بھارتیہ شہادت ایکٹ کی دفعہ 27 کے تحت شہادت میں قابل قبول نہیں ہیں، جو فراہم کرتا ہے۔

> "جب کسی پولیس افسر کی تحویل میں کسی جرم کے ملزم شخص سے موصول ہونے والی معلومات کے نتیجے میں کسی حقیقت کو بے نقاب کیا جاتا ہے، تو اس طرح کی معلومات کا اتنا حصہ، چاہے وہ اعتراف جرم کے مترادف ہو یا نہ ہو، جیسا کہ اس سے دریافت ہونے والی حقیقت سے واضح طور پر متعلق ہے، ثابت کیا جا سکتا ہے۔"

اس نکتے پر دلیل کو سمجھنے کے لیے جن اہم حقائق کو بیان کرنا ضروری ہے ان کا خلاصہ اس طرح کیا جا سکتا ہے:-

استغاثہ کے مطابق، تینوں ملزموں، یعنی کتھا سنگھ، مسا سنگھ اور سورن سنگھ سے پولیس نے 19 دسمبر 1948 کی صبح پوچھ گچھ کی اور انہوں نے کچھ بیانات دیے جو پولیس نے باضابطہ طور پر ریکارڈ

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and integrity of this document

کیے تھے۔ ان بیانات میں یہ انکشاف ہوا کہ لاشوں کو ساکی نالہ میں پھینک دیا گیا تھا۔ اس کے بعد، تینوں ملزموں کے ساتھ پولیس کی جماعت ساکی نالہ گئی جہاں ان میں سے ہر ایک نے ایک ایسی جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں لاشوں کے مختلف حصے ملے تھے۔

اپیل گزاروں کے ماہر وکیل نے متعدد فیصلوں کا حوالہ دیا جس میں دفعہ 27 کا مطلب یہ بتایا گیا ہے کہ یہ صرف وہ معلومات ہے جو پہلے دی جاتی ہے جو قابل قبول ہے اور ایک بار جب کسی شخص سے موصولہ معلومات کے نتیجے میں کوئی حقیقت دریافت ہو جاتی ہے۔ کسی جرم کا ملزم، اسے کسی دوسرے ملزم شخص سے موصولہ معلومات کے نتیجے میں دوبارہ دریافت نہیں کہا جا سکتا۔ ہمارے سامنے یہ استدعا کی گئی کہ استغاثہ یہ ثابت کرنے کے لیے شہادت پیش کرنے کا پابند ہے کہ تینوں میں سے کس ملزم نے پہلے معلومات دی۔ ہیڈ کانسٹیبل، جس نے تینوں ملزموں کے بیانات ریکارڈ کیے، نے یہ نہیں بتایا کہ ان میں سے کس نے اسے پہلے معلومات دی تھیں، لیکن بہادر سنگھ، گواہوں میں سے ایک جس نے فردِ بازیابی کی تصدیق کی تھی، سے خاص طور پر اس کے بارے میں جرح میں پوچھا گیا اور کہا گیا: "میں نہیں کہہ سکتا کہ سب سے پہلے کس سے معلومات حاصل کی گئیں۔" حالات میں، یہ دلیل دی گئی کہ چونکہ اس بات کا تعین نہیں کیا جا سکتا کہ ملزموں میں سے کس نے پہلے معلومات فراہم کیں، اس لیے مبینہ دریافتوں کو کسی بھی ملزم کے خلاف ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں ایسا لگتا ہے کہ اگر استغاثہ کی طرف سے پیش کردہ شہادت شک کے لیے کھلے پائے جاتے ہیں اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پولیس نے جان بوجھ کر مختلف ملزموں سے ملنے والے حقائق سے متعلق اسی طرح کے اعتراف بیانات کو منسوب کیا ہے، تاکہ ان سب کے خلاف شہادت تیار کیے جا سکیں، تو کیس بلاشبہ انتہائی محتاط نقطہ نظر کا مطالبہ کرتا ہے۔ لیکن اس بارے میں کیا قاعدہ ہونا چاہیے جب شہادت ایکٹ کی دفعہ 27 میں مذکور نوعیت کے آزاد اور مستند بیانات کے بارے میں واضح اور ناقابل تردید شہادت موجود ہوں، جو متعدد ملزم افراد نے بیک وقت یا دوسری صورت میں دیے ہوں، ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ جیسا کہ اس وقت مشورہ دیا گیا ہے کہ ہم یہ سوچنے کی طرف مائل ہیں کہ اپیل گزاروں کے لیے فاضل وکیل کے ذریعے بھروسہ کیے گئے کچھ مقدمات شاید دفعہ 27 کی زبان سے کہیں زیادہ آگے بڑھ گئے ہیں، اور یہ ہو سکتا ہے کہ مستقبل میں کسی مناسب موقع پر ان مقدمات کا جائزہ لینا

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and integrity of this document

پڑے۔ تاہم، اس اپیل کے مقصد کے لیے، یہ کہنا کافی ہے کہ اگرچہ اپیل گزاروں کی جانب سے پیش کی گئی دلیل، جسے بظاہر عدالت عالیہ نے پسند کیا، درست ہے، لیکن سورن سنگھ کے کہنے پر کی گئی دریافتوں کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کئی ملزموں نے پولیس کو اطلاع دی ہو کہ لاشوں کو ساکی نالہ میں برآمد کیا جا سکتا ہے، جو کہ کئی میل تک بہنے والی ندی ہے، لیکن اس طرح کی غیر معینہ مدت کی معلومات اس وقت تک کسی دریافت کا باعث نہیں بن سکتی جب تک کہ ملزم پولیس کو اس اصل جگہ تک نہ لے جائے جہاں سے دونوں لاشوں کے حصے برآمد ہوئے تھے۔ ہیڈ کانسٹیبل کے ساتھ ساتھ بہادر سنگھ کے شواہد سے یہ بالکل واضح ہے کہ سورن سنگھ پولیس کو سلیم پورہ کے راستے ساکی نالہ پر ایک خاص مقام پر لے گیا، اور اس کے کہنے پر ہی گاؤں کے باہر ایک جگہ سے خون آلود مٹی برآمد ہوئی اور اس نے درشن سنگھ کی لاش کے تنے کی طرف بھی اشارہ کیا۔ عدالت عالیہ کے فاضل جج مطمئن تھے، جیسا کہ ان کے فیصلے سے ظاہر ہوتا ہے، کہ ان کا "ابتدائی اشارہ" تھا اور اس لیے اس معاملے کا احاطہ اس اصول کے ذریعے بھی کیا گیا تھا، جو اپیل گزاروں کے وکیل کے مطابق موجودہ معاملے میں لاگو ہونے والا قاعدہ ہے۔

اپیل گزاروں کے فاضل وکیل نے نشاندہی کی کہ لاشوں کا پوسٹ مارٹم کرنے والے ڈاکٹر کو دو متوفی افراد کے پیٹ میں جزوی طور پر ہضم شدہ چاول ملا، اور انہوں نے زور دے کر کہا کہ اس سے یہ اندازہ لگایا جائے گا کہ یہ واقعہ رات کے کسی وقت متوفی افراد کے ساتھ شام کا کھانا کھانے کے بعد ہوا ہوگا۔ یہ دلیل ایک بار پھر حقیقت کا سوال اٹھاتی ہے جس پر عدالت عالیہ نے غور کرنے سے گریز نہیں کیا ہے۔ تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ طبی فقہ سے متعلق کتابوں کے حوالے سے پتہ چلتا ہے کہ کسی کے ہاضمے کو متاثر کرنے والے بہت سے عوامل ہیں، اور ہمارے سامنے ایسے معاملات کا حوالہ دیا گیا تھا جن میں اضافہ مکمل طور پر ہضم نہیں ہوا تھا حالانکہ آخری کھانا کھانے کے بعد کافی وقت گزر چکا تھا۔ ہمارے سامنے یہ ظاہر کرنے کے لیے بھی کوئی اعداد و شمار موجود نہیں ہیں کہ دونوں متوفی افراد نے اپنا آخری کھانا کب کھایا، اور کھانے کی کون سی چیز، اگر کوئی ہو، تو انہوں نے چاول کے ساتھ لی تھی۔ اس لیے ڈاکٹر کا نتیجہ ضروری نہیں کہ واقعہ کے وقت کے حوالے سے استغاثہ کے مقدمے کو متاثر کرے۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document

یہ بھی دلیل دی گئی کہ مجموعہ تعزیرات بھارت 34 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 کے تحت کوئی الزام نہیں ہونے کی وجہ سے، دفعہ 149 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 کے تحت اپیل گزاروں کی سزا کو عدالت عالیہ کے ذریعے دفعہ 34 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 کے تحت باقی ملزموں کو بری کرنے پر تبدیل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تاہم مقدمے کے حقائق ایسے ہیں کہ ملزم پر متبادل طور پر، یا تو دفعہ 149 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 کے تحت یا دفعہ 34 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 کے تحت فرد جرم عائد کی جا سکتی تھی۔ اس لیے نقطہ کی کوئی طاقت نہیں ہے۔

ہماری رائے میں، نچلی عدالتوں کے فیصلے میں مداخلت کرنے کی کوئی بنیاد نہیں ہے، اور ہم اسی کے مطابق اس اپیل کو مسترد کرتے ہیں اور اپیل گزاروں کی سزا اور سزا دہی کو برقرار رکھتے ہیں۔ تاہم ہم عدالت عالیہ کی اس رائے کی توثیق کرنا چاہتے ہیں کہ جرم کی ہولناک نوعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے، ایڈیشنل سیشن جج کی طرف سے دی گئی سزا نامناسب تھی اور ہلکی سزا عائد کرنے کی اس کی وجوہات مکمل طور پر ناکافی ہیں۔

اپیل مسترد کر دی گئی۔

اپیل کنندہ کا ایجنٹ: آر۔ این۔ سچتی۔

جواب دہندہ کے لیے ایجنٹ: پی اے مہتا۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.07.29 12:48
I attest to the accuracy and
integrity of this document